سلسلہ اصلاحی مجالس [14]

برکت والی زندگی

حضرت مولانا عبدالستار صاحب حفظہ اللہ

سلسلہ اصلاحی مجالس

برکت والی زندگی

حضرت مولانا عبدالستار صاحب حفظہ اللہ

مکتبہ فہمِ دین (وقف)

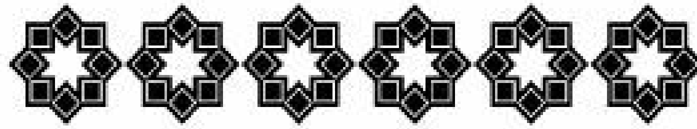
نام کتاب ☚ برکت والی زندگی

وعظ ☚ حضرت مولانا عبدالستار صاحب حفظہ اللہ

تاریخِ طبع ☚ ربیع الثانی ۱۴۳۰ ہجری

تعداد ☚ ۱۱۰۰

ناشر ☚ مکتبہ فہمِ دین (وقف) ڈیفنس فیز ۴



ملنے کا پتہ

مکتبہ فہمِ دین (وقف) نزد جامع مسجد بیت السلام ڈیفنس فیز ۴۔ کراچی

فون: 021-4255122 - 2029184

www.fahmedeen.org

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّابَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

﴿فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّىْ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ٥﴾

(البقرۃ:۲۴۹)

وقال النبی ﷺ: "اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ."

(کنز العمال، ج۱۶، ص۵۳)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

عبادت کا صحیح مفہوم

میرے معزز مسلمان بزرگو، عزیز بھائیو اور امت مسلمہ کی مقدس ماؤں اور بہنوں!

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی بندگی اور عبادت کے لئے دنیا میں بھیجا ہے۔ عبادت اور بندگی کی اصل تعریف یہی ہے کہ بندہ دنیا میں اس طرح زندگی گزارے کہ

اس کی زندگی گناہوں سے پاک ہو۔عبادت کا صحیح مفہوم ہی یہ ہے کہ عبادت کرنے والے کی زندگی گناہوں سے پاک ہو۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبُدَ النَّاسِ“ (کنزالعمال، ج۱۶،ص۵۳)

اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو، سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔

اسی طرح فرمایا: جو آدمی اللہ کی نافرمانیاں کررہا ہے اس کے بارے میں خطرہ ہے کہ کہیں اس سے ایمان کی دولت سلب نہ کرلی جائے، کہیں اس کا ایمان کا سرمایہ ضائع نہ ہوجائے اس لئے کہ اللہ کی نافرمانی کے پیچھے اللہ کا غضب چھپا ہوا ہے۔

عہدِ حاضر کا ولی

اس لئے جو شخص اپنے آپ کو حرام کے ارتکاب سے بچا رہا ہے وہ بہت بڑا عبادت گزار ہے۔آج کے دور میں اس شخص کی کرامت اور ولایت میں کوئی شک نہیں جس کی زندگی گناہوں سے پاک ہے، اس لئے کہ یہ وہ دور ہے کہ جس میں حق پر چلنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا ہاتھ میں انگارے اٹھانا۔

اللہ رب العزت نے قرآن میں ایسے موقع کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ جب حضرت طالوت علیہ السلام کو حضرت شمائل علیہ السلام نے امیرِ لشکر بنایا تو وہ اپنا لشکر لے کر نکلے اور نکلنے کے بعد اپنی قوم کو اور لشکر والوں کو سمجھایا کہ سفر طویل ہے اور راستہ بیابان ہے۔ چلتے چلتے پیاس لگے گی، اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے تمہارا امتحان لیں گے۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِیْكُمْ بِنَهَرٍ ﴾ (البقرہ:۲۴۹)

حق تعالیٰ ایک نہر سے تمہارا امتحان لیں گے۔

پیاس کی شدت ہوگی اور راستے میں دریا آئے گا۔ پانی کی ضرورت ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ تمہارا امتحان لیں گے کہ تم میں سے کون ایسا ہے جو اللہ کے حکم کو پورا کرتے ہوئے اس دریا سے پانی پیئے بغیر گزر جاتا ہے اور کون اس امتحان میں ناکام ہوکر پانی پی لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار یہی ہے کہ امتحان تھوڑی دیر کا ہوتا ہے۔ اس کے بعد مزے ہی مزے ہوتے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ بہت سارے لوگ اس امتحان میں فیل ہوگئے اور انہوں نے دریا سے پانی پینا شروع کر دیا۔ اس کی سزا انہیں یہ ملی کہ ان کی پیاس کی شدت اور بڑھ گئی اور پانی پیتے پیتے ان کا یہ حال ہوگیا کہ وہ اٹھنے کے قابل بھی نہ رہے۔ اور خوش نصیب لوگ اس دریا سے ایسے گزرے جیسے اللہ نے حکم دیا تھا، وہ عافیت کے ساتھ بغیر پانی پیئے گزر گئے تھوڑی دیر گزری تو اللہ نے پیاس بھی بجھادی۔

آج کی صورتحال

آج ہر طرف گناہوں کے سمندر اور دریا بہہ رہے ہیں۔ اور اللہ رب العزت میرا اور آپ کا امتحان لے رہے ہیں کہ کون میری مان کر اپنے آپ کو محفوظ رکھتا ہے اور کون بے صبری کا مظاہرہ کرتا ہے؟ اس کے نتائج بھی سامنے ہیں کہ جو گناہ کرتا ہے اس کا جی بھرتا نہیں بلکہ اس کی حرص اور ہوس مزید بڑھ جاتی ہے۔ اس کی شہوت اور زیادہ ہوجاتی ہے۔ اس کے اندر کی بے چینی اور بڑھ جاتی ہے۔ یہ انسان نادان ہے، کہتا ہے کہ ایک مرتبہ آنکھ بھر کر دیکھ لوں گا تو سکون مل جائے گا حالانکہ سکون نہیں ملتا بلکہ اندر بے چینی اور بڑھ جاتی ہے۔ اور اگر اللہ کا حکم سمجھ کر اس گندگی کے دریا سے اپنی

نگاہیں بند کرلے، اس بے حیائی کے سمندر سے اپنی آنکھیں ہٹالے تو تھوڑی دیر تکلیف ضرور ہوگی لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ سکون دے دیں گے۔

اسی طرح کا معاملہ آج بھی ہے کہ ہر طرف گناہوں کے دریا اور سمندر ہیں اور وہ آدمی بڑا خوش نصیب ہے جو مجاہدہ کر کے ان سے اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ اپنی آنکھ، زبان، کان اور جسم کے ہر عضو کو گناہوں کی گندگی سے محفوظ رکھتا ہے۔ تھوڑی دیر مشقت ضرور ہوتی ہے اسے لیکن اس کے بعد سکون مل جاتا ہے۔ اور اگر اس امتحان میں ناکام ہوجاتا ہے تو سکون نہیں ملتا بلکہ گناہوں کی ہوس مزید بڑھ جاتی ہے۔

انسانی نفس کی مثال

انسانی نفس کی مثال معصوم بچے کی سی ہے۔ آپ بچے کا دودھ چھڑا دیں گے تو تھوڑی دیر اسے تکلیف ہوگی لیکن باقی زندگی کے لئے آسانی ہو جائے گی۔ وہ غذائیں کھانے لگ جائے گا اور خدانخواستہ اس خیال سے دودھ نہ چھڑوایا کہ اس سے بچے کو تکلیف ہوگی تو وہ ساری زندگی دودھ کا عادی رہے گا۔ جوانی تک بھی دودھ پیتا رہے گا، پھر بڑی مصیبت ہو جائے گی۔ اسی طرح اپنے نفس کو گناہوں سے روک لیں، اس میں تھوڑی دیر کی مشقت ہے، پھر مزے ہی مزے ہیں، راحت ہی راحت ہے۔

آج کے گندے ماحول میں جو اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے وہ واقعی اللہ کا ولی ہے۔ گھر میں ٹی وی لگی ہوئی ہے اور یہ ایک کونے میں بیٹھ کر اپنے آپ کو اس سے محفوظ رکھ رہا ہے۔ گناہوں کا ماحول ہے، بدنظری ہی بدنظری ہے، بے حیائی ہی بے حیائی ہے، عریانی ہی عریانی ہے اور یہ صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے

کر صبح تک اپنی آنکھ ایک مرتبہ بھی غیر محرم کی طرف نہیں اٹھاتا۔ ایسا شخص اللہ کا ولی ہے۔ واقعتاً اللہ نے اسے نوازا ہے۔

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے پاس کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئیں تو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ موجود نہیں تھے۔ وہ عبادت کرنے کے لئے دریا کے کنارے گئے ہوئے تھے، اس خیال سے کہ جہاں مخلوق خدا کم ہوتی ہے وہاں گناہ بھی کم ہوتے ہیں، وہاں کی فضا گناہوں سے پاک ہوتی ہے تو اللہ کی طرف رجوع جلد نصیب ہو جاتا ہے، قلب کے اندر انوارات جلد منتقل ہو جاتے ہیں۔ اسی خیال سے دریا کنارے تشریف لے گئے تھے۔ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا بھی وہاں تشریف لے گئیں۔ وہاں پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ پانی کی لہروں پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ بھی بڑی اللہ والی تھیں۔ اللہ نے انہیں بھی دین کی سمجھ عطا فرمائی تھی۔ انہوں نے کہا:

> ''مکھیوں کی طرح فضاؤں میں اڑنا اور تنکوں کی طرح لہروں پر چلنا کون سا کمال ہے؟ یہ تو مکھی بھی کر سکتی ہے کہ فضا کے اندر اڑتی رہے۔ یہ تو تنکے بھی کر سکتے ہیں کہ وہ لہروں کے اوپر تیرتے رہیں۔ انسان کا یہ کون سا کمال ہے کہ وہ دریاؤں پر مصلے بچھا کر عبادت کرنے لگے۔ یا پھر فضاؤں میں اڑنے لگ جائے؟ انسان کی سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ تمام اندرونی جذبات کو اللہ کے حکم کے تابع کر دے۔ اس کی پورے دن کی زندگی گناہوں سے پاک ہو جائے اور اللہ کی مرضیات کے مطابق ہو جائے۔ یہی سب سے بڑی کرامت ہے۔''

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس کی نیت ان سے کوئی کرامت دیکھنے کی تھی کہ حضرت کوئی غیر معمولی کرامت دکھائیں گے۔ اس مقصد سے دس سال تک ان کی خدمت میں رہا۔ دس سال بعد جب واپس جانے لگا تو مایوسی کا اظہار کیا کہ اتنی مدت میں میں نے تو کوئی خاص کمال نہیں دیکھا، بڑے چرچے سنے تھے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے مگر میں نے تو کوئی کمال نہیں دیکھا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا کہ یہ بتاؤ کیا اس عرصے میں میرا کوئی عمل سنت کے خلاف دیکھا؟ اس شخص نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہا: حضرت! آپ کا کوئی عمل سنت کے خلاف تو میں نے نہیں دیکھا۔ آپ نے فوراً کہا: (الحمد للہ) اب مجھے اطمینان ہے۔ اس لئے کہ بندے کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ بندے کا کوئی عمل شریعت کے خلاف نہ ہو، کوئی عمل ایسا نہ ہو کہ جس سے اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو، کوئی عمل اللہ کو ناراض کرنے والا نہ ہو، یہ سب سے بڑی کرامت ہے۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور مثال سے سمجھایا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ﴾ (المائدۃ:۹۴)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرلے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔

ایک آدمی نے احرام باندھا اور حج کے لئے جا رہا ہے، اس کے اردگرد

شکار موجود ہے، وہ آرام سے شکار کر سکتا ہے لیکن اس خوف سے کہ اللہ تعالیٰ نے احرام کی حالت میں شکار کرنے سے منع کیا ہے شکار نہیں کرتا تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح آج ہر طرف شکار موجود ہیں، گناہ موجود ہیں، چاہے آنکھ سے گناہ کرلیں، چاہے زبان سے گناہ کرلیں، چاہے ہاتھ سے گناہ کرلیں، گناہ ہی گناہ ہیں لیکن اگر یہاں اپنے آپ کو محفوظ کر لیتے ہیں، گناہوں کا شکار نہیں کرتے، ان کی جانب مائل نہیں ہوتے تو اللہ کی رحمت آپ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ گناہوں سے محفوظ رہنا ہی سب سے بڑی کرامت ہے۔

بنی اسرائیل کا واقعہ

قرآن پاک میں بنی اسرائیل کے تذکرے میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک کام سے منع فرمایا تھا مگر انہوں نے اللہ کے حرام کردہ کام کا ارتکاب کیا تو اللہ نے انہیں خنزیر اور بندر بنا دیا۔ ارشادِ باری ہے:

﴿ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِیْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِی السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ (الاعراف:۱۶۳)

اور آپ ان (اپنے ہمعصر یہودی) لوگوں سے (بطور تنبیہ) اس بستی (والوں کا) جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے کہ جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد (شرعی) سے نکل رہے تھے جب کہ ان کے ہفتے کے روز (دریا کی) مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتے کا دن نہ ہوتا تو ان

کے سامنے نہ آتی تھیں۔ہم ان کی اس طرح پر شدید آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ پہلے سے ہی بے حکمی کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں منع فرمایا تھا کہ ہفتے والے دن مچھلیوں کا شکار نہیں کرنا اور اللہ کی شان کہ ہفتے والے دن ہی مچھلیاں دریا میں تیرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔بقیہ دنوں میں غائب ہو جاتی تھیں۔جب یہ لوگ شکار کرنے جاتے تو کوئی مچھلی نہیں ملتی تھی۔اب انہوں نے ایک تدبیر سوچی اور اللہ کے حکم کو بدلنا چاہا۔انہوں نے یہ کیا کہ وہ ہفتے والے دن دریا کے کنارے پر گڑھے کھود لیتے اور نالیاں بنا کر پانی کو گڑھوں کی طرف چھوڑ دیتے۔پانی کے ساتھ ساتھ جب مچھلیاں گڑھوں میں آجاتیں تو پانی کے آنے کا راستہ یعنی نالیاں بند کر دیتے اور اتوار کے دن آکر ان گڑھے والی مچھلیوں کو شکار کر لیتے۔جب کوئی کہتا کہ ارے! اللہ کا حکم مت توڑو تو وہ جواب دیتے کہ ہم نے کون سا اللہ کا حکم توڑا ہے؟ ہم تو اتوار کے دن شکار کرتے ہیں۔

گناہوں کی تاویل

میرے عزیزو! بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ آج مجھے اور آپ کو بھی آزما رہا ہے کہ کون ایسا ہے جو گناہ کرنے کے بعد اللہ کے حکم میں تاویلیں کرتا ہے اور اسے جائز بنانے کی کوشش کرتا ہے۔اس لئے کہ آج بے پردہ باہر گھومنے والی عورت بھی یہ کہتی ہے کہ میری آنکھیں تو بالکل پاک ہیں، میرا دل تو بڑا صاف ہے۔سود کھانے والا بھی یہ کہہ رہا ہے کہ یہ تو تجارت کا حصہ ہے اس کے بغیر کام کیسے چل سکتا ہے؟ جھوٹ بولنے والا بھی کہہ رہا ہے کہ بازار میں جھوٹ بولے بغیر کام ہی نہیں چلتا اس لئے اگر بازار میں رہنا ہے تو پھر تو جھوٹ بولنا پڑے گا۔یہ وقت کی ضرورت ہے۔شادیوں اور

خوشیوں کے مواقع پر اللہ کی نافرمانیاں کرنے والا بھی تاویل کرتا ہے کہ جی رشتہ دار بھی تو ہیں، خاندان بھی تو ہے، سب کو ساتھ لے کر چلنا ہے۔ اگر ایسا نہیں کریں گے تو رشتہ دار ناراض ہو جائیں گے۔ بالکل وہی بنی اسرائیل والی تاویلات اور انہی جیسی حرکات کی جارہی ہیں۔

مسلمان کہلانے والا بھی گناہ کرنے کے بعد اسے جائز بنانے کی کوشش کرتا ہے، نافرمانی کرنے کے بعد تاویلات کا دروازہ کھول لیتا ہے کہ میں نے یہ تھوڑی کیا ہے بلکہ میں نے تو یہ کیا ہے۔ بنی اسرائیل کے لوگوں نے جب اللہ کے حکم میں تاویل کی اور اسے جائز بنانے کی کوشش کی تو اللہ نے انہیں خنزیر اور بندر بنا دیا۔

گناہ کرنے سے پہلے انجام سوچ لیں

اس لئے گناہ کرنے سے پہلے تھوڑی دیر یہ سوچ لیا جائے کہ اگر میں نے بھی یہ تاویل کی تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ میرے ساتھ بھی بنی اسرائیل والا معاملہ کردے۔ اللہ اس پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہ بھی ذہن میں رہے۔ اگر ظاہری شکل وصورت نہ بھی بدلی تو بھی اندر کی فطرت تو بدل ہی جائے گی، یعنی ظاہراً تو یہ انسان نظر آئے گا لیکن اس کے اندر فطرت حیوانوں والی آجائے گی۔ یہ جو آپ معاشرے میں عجیب وحشیانہ اور انتہائی ظالمانہ قسم کے گناہوں کے بارے میں سنتے ہیں، یہ انسان نما حیوان ہی تو کر رہے ہیں ورنہ ایک اچھے انسان سے یہ گناہ کہاں صادر ہو سکتے ہیں؟ ہم دارالافتاء میں بیٹھتے ہیں تو ایسے ایسے عجیب وغریب مسائل آتے ہیں کہ آدمی سن کر کانپ اٹھتا ہے کہ ایسے ایسے ظالمانہ اور وحشیانہ گناہوں اور واقعات

کے باوجود یہ زمین پھٹتی کیوں نہیں؟ یہ آسمان گرتا کیوں نہیں؟

میرے عزیزو! یہ تو اللہ کا حلم ہے کہ اس دھرتی پر ایسے ایسے گناہ ہو رہے ہیں اور اللہ انہیں برداشت کر رہا ہے اور ان گناہ کرنے والوں کو بندر اور خنزیر نہیں بنا رہا، آسمان سے پتھر نہیں برسا رہا، زمین کے اندر نہیں دھنسا رہا، طوفان اور زلزلے نہیں لا رہا بلکہ درگزر کر رہا ہے کہ شاید یہ لوٹ آئیں اور اللہ کی اس ڈھیل سے فائدہ حاصل کر کے توبہ کر لیں۔

گناہوں کی کثرت کیوں ہے؟

میرے دوستو! یہ سب ہو کیوں رہا ہے؟ تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ آج گناہ کرنے والا ان گناہوں کو معمولی سمجھتا ہے اور اس کے جائز ہونے کی دلیلیں دیتا ہے، انہیں وقت کی ضرورت بتاتا ہے کہ جی یہ ٹی وی نہیں ہوگی تو بچے کہاں جائیں گے؟ یہ نہیں کہتا کہ یہ گناہ کا آلہ ہے اور نہ ہی شرمندگی کا اظہار کرتا ہے بلکہ تاویل کرتا ہے اور ہر گناہ کے جواز کے لئے کوئی نہ کوئی حجت ضرور پیش کرتا ہے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے ماضی کی اقوام کا تذکرہ اسی لئے فرمایا ہے تاکہ امت مسلمہ ان کے اندر پائی جانے والی خرابیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے اور یوں جھوٹی تاویلیں نہ کر کے (کہ جی وقت کی ضرورت ہے، اس کے بغیر چارہ کار نہیں، میرا دل تو صاف ہے) اپنے ایمان کی حفاظت کر سکے اور اللہ رب العزت کی آزمائشوں میں کامیابی حاصل کر سکے، کیونکہ گزشتہ امتوں میں جو گناہ پائے جاتے تھے وہ سب آج ہمارے معاشرے میں موجود ہیں۔

عبادت کا حقیقی مفہوم

میرے دوستو عبادت کا اصل مفہوم یہی ہے کہ زندگی گناہوں سے پاک ہو، صالح وہی شخص ہے کہ جس کی زندگی میں گناہ نہ ہوں، اللہ کا دوست وہی ہے جس کی زندگی میں گناہ نہ ہوں اگر چہ بہت زیادہ نفلی عبادات اور تسبیحات نہ کر رہا ہو یقین جانیں یہ اللہ کا دوست ہے اور کوئی آدمی لاکھوں نہیں کروڑوں خیرات کر رہا ہو، ہزاروں نفلیں پڑھ رہا ہو لیکن اس کی زندگی میں کبیرہ گناہ موجود ہوں تو اسے کبھی اللہ کی دوستی نصیب نہیں ہو سکتی، یہ کبھی بھی اللہ کا قرب نہیں پا سکتا۔

میرے عزیزو! آج کا مسلمان عبادت اور دین داری کا صحیح مفہوم ہی بھول گیا ہے کہ اللہ سے اعلان جنگ کر رہا ہوتا ہے اور پھر بھی اپنے آپ کو بڑا نیک سمجھتا ہے، کھلی بغاوت پر اترا ہوا ہوتا ہے اور پھر بھی کہتا ہے کہ جی میں بہت عبادت گزار ہوں۔ارے میاں کہاں کے نیک ہو؟ اللہ سے اعلان جنگ کر رہے ہو، کہاں کے نیک ہو؟ کبائر کا ارتکاب کر رہے ہو، کہاں کے نیک ہو؟ اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہو۔نیکی کا معیار یہ ہے کہ زندگی گناہوں سے پاک ہو جائے۔

آج اگر کوئی آدمی دین کی طرف قدم اٹھاتا بھی ہے تو زندگی میں جو لگے بندھے گناہ ہیں انہیں چھوڑنے کے لئے پھر بھی تیار نہیں ہوتا اور جب گناہ نہیں چھوڑتا تو نیکیوں کے ثمرات بھی اس پر ظاہر نہیں ہوتے اور پھر یہ پریشان ہوتا ہے کہ میں نیکیاں بھی کر رہا ہوں، پھر بھی میری زندگی میں سکون نہیں ہے، پھر بھی میری زندگی میں چین نہیں ہے، پھر بھی پریشانیاں اور مصیبتیں مجھ پر آ رہی ہیں۔ارے میاں نیکی کر

کہاں رہے ہو؟ تمہاری اس نیکی کی حیثیت تو ایسی ہے کہ گلاس کے اندر دودھ بھی ڈال رہے ہو اور نیچے گلاس میں سوراخ بھی کر رکھا ہے۔ جتنا ڈال رہے ہو وہ نیچے سے نکلتا جا رہا ہے اور گلاس اسی طرح خالی کا خالی رہ جاتا ہے۔ اسی طرح تم اپنے اعمال نامے میں اپنی نیکیوں کا دودھ ضرور ڈال رہے ہو لیکن ساتھ ہی گناہوں کا سوراخ بھی موجود ہے جس کی وجہ سے نیکیاں ٹھہرتی ہی نہیں ہیں۔ اگر اس بات کا اہتمام ہو جائے کہ نیکیاں اگرچہ تھوڑی ہوں (جیسے قطرہ قطرہ دودھ کا آرہا ہو) اور زندگی گناہوں سے پاک ہو (یعنی گلاس میں سوراخ نہ ہو) تو ان شاء اللہ ایک نہ ایک دن گلاس دودھ سے ضرور بھر جائے گا۔ ایک نہ ایک دن سینہ ایمان کے نور سے ضرور بھر جائے گا۔ معلوم ہوا کہ اصل بندگی اور اصل عبادت یہی ہے کہ بندے کی زندگی گناہوں سے پاک ہو۔

زندگی سے گناہ ختم کیجئے

اس لئے میرے عزیزو! اگر زندگی کے اندر گناہ موجود ہیں تو پھر نیکی کے ثمرات ظاہر نہیں ہوا کرتے۔ اگر کپڑا ہی خراب ہو تو اس پر کوئی دوسرا رنگ لگانا عقلمندی نہیں ہے، دانشمندی نہیں ہے اس لئے کہ وہ رنگ پکڑے گا ہی نہیں۔ اس لئے پہلے گندگی صاف کر لی جائے اور پھر رنگ کیا جائے تاکہ رنگ اس پر ٹھہر سکے۔ اسی طرح دیوار پر نیا رنگ کرنے کے لئے پہلے رنگ کو اتارنا پڑے گا ورنہ دوسرا رنگ پائیدار نہیں ہوگا۔ اس لئے میرے عزیزو! گناہوں کا جو رنگ لگا ہوا ہے اسے پہلے اتاریں پھر نیکیوں کا رنگ خود بخود ظاہر ہوگا اور بڑا پائیدار ہوگا۔

اسی طرح اگر عمارت کمزور ہو تو اس پر رنگ کرنے والے کو نادان کہا جائے گا

توجب گناہوں کی نحوست سے عمارت ہی کمزور ہوجائے پھر نفل اور تسبیحات سے آپ اس پر جتنا بھی رنگ و روغن کریں اس میں کوئی پائیداری نہیں آئے گی اس لئے کہ گناہوں کی مثال بیماری کی سی ہے۔گناہ چھوڑنا اس کی دوا ہے اور نفلی عبادتیں کرنا طاقت کی دوا ہے۔ایک آدمی کا جگر بھی خراب ہو اور وہ طاقت کی دوا کھانا شروع کر دے تو کل کے بجائے آج ہی مرجائے گا۔اسی طرح وہ آدمی جو ہے تو بیمار لیکن دوا نہیں استعمال کررہا، گناہ نہیں چھوڑ رہا نفلی عبادتیں کررہا ہے اور اپنے آپ کو غلط فہمی سے نیک بھی سمجھ رہا ہے، بزرگ بھی سمجھ رہا ہے اور اپنے خیال میں اللہ سے بہت ساری امیدیں بھی لگائے بیٹھا ہے کہ میں تو اتنی نیکیاں کرتا ہوں فلاں تو کچھ بھی نہیں کرتا تو پھر میرے ساتھ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ تو وہ دھوکے میں ہے۔ارے میاں! تم نیکی کہاں کررہے ہو؟ تم تو اپنے خیال میں نیک بنے بیٹھے ہو ورنہ قرآن تو کہہ رہا ہے

﴿ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلٰى مَافَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ (آل عمران:۱۳۵)

اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔

نیک لوگ گناہ پر اصرار نہیں کرتے

جو اللہ کا نیک بندہ ہوا کرتا ہے وہ کبھی بھی گناہ پر اصرار نہیں کرتا اس لئے میں اپنی زندگی کو دیکھوں کہ میری زندگی میں کتنے گناہ ایسے ہیں کہ جو مکمل طور پر رچ بس چکے ہیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو لعنت کا سبب قرار دیا ہے، کتنے گناہ ایسے ہیں کہ جو اللہ رب العزت کی رحمت سے دوری کا سبب ہیں۔پھر مجھے اندازہ ہوگا کہ میں کس درجے کا نیک ہوں۔غیبت کررہا ہے اور اسے کوئی احساس ہی نہیں ہے حالانکہ اللہ کہہ رہا ہے کہ غیبت اتنا بڑا گناہ ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھانا۔ارے

میاں! اگر عورت یا مرد غیبت کا عادی ہو تو اس کے رات بھر کے نوافل اسے کیا کام دیں گے؟ اگر دل کے اندر کینہ موجود ہے تو یہ لمبی چوڑی تسبیحات اسے کیا کام دیں گی؟ اس لئے کہ دل میں کینہ رکھنے والے کی بخشش تو مقدس راتوں میں بھی نہیں ہوا کرتی۔ جن راتوں میں اللہ کی طرف سے بخشش کے اور نجات کے فیصلے ہوتے ہیں کینہ رکھنے والا اس رات میں بھی محروم رہتا ہے۔ اور جو بدنگاہی کر رہا ہے اسے یہ معلوم نہیں کہ اللہ اس بدنگاہی کی وجہ سے ایمان کی حلاوت چھین لیا کرتا ہے۔ یہ صبح سے لے کر شام تک نجانے کتنی مرتبہ بدنگاہی کرتا ہے پھر بھی کہتا ہے کہ میں تو بڑا نیک ہوں۔ اس عورت کے چہرے سے حیا کی چادر ہٹ گئی، چہرہ کھول کر باہر گئی حالانکہ بڑی نفلیں پڑھتی ہے، واک بھی ہاتھ میں تسبیح لے کر کرتی ہے، بڑی ذکر اذکار کرنے والی ہے لیکن یہ نہیں سمجھتی کہ جتنے لوگوں کی نگاہیں مجھ پر پڑ رہی ہیں ان سب کا گناہ اور وبال بھی میرے اوپر ہی پڑے گا۔ اللہ کی لعنت بھی پڑے گی اس لئے کہ اس کی بے حجابی معاشرے کے اندر بے حیائی کے فروغ کا ذریعہ بن رہی ہے۔

ولایت کا معیار

اس لئے میرے عزیزو! ولایت کا معیار اللہ رب العزت کے ہاں یہ ہے کہ

﴿اَلاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝﴾ (یونس:۶۲،۶۳)

یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ (ناک واقعہ پڑنے والا) ہے اور نہ وہ (کسی مطلوب کے فوت ہونے پر) مغموم ہوتے ہیں۔ وہ اللہ کے دوست ہیں جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز رکھتے ہیں۔

اللہ کے دوست وہ ہیں جو ایمان لانے کے بعد اپنی زندگی کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں۔ یہ ولایت کا معیار ہے، یہی شخص بڑا عبادت گزار ہے ہاں واقعی یہ نیک آدمی ہے کہ جس کی زندگی میں گناہ نہیں ہیں اس لئے جب بندہ گناہ کرتا ہے تو یہ اللہ کا احسان فراموش بن جاتا ہے کہ جس بھی نعمت کے اندر رہ کر اس نے اللہ کی نافرمانی کی اسی نعمت میں اس نے احسان فراموشی کی اور احسان فراموش تو دنیا کے اندر بھی اپنے محسن کی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ معاشرے میں بھی اسے گھٹیا انسان تصور کیا جاتا ہے اس لئے کہ اس نے تو اتنا بھی لحاظ نہیں کیا کہ اپنے اوپر احسانات کرنے والے کے احسانوں کا ہی کچھ خیال کر لیتا۔

انسان کی احسان فراموشی

اس انسان کو اتنا بھی لحاظ نہیں کہ رب نعمتیں دے رہا ہے، مال دے رہا ہے اور یہ ان کو اسی کی نافرمانی میں لگا رہا ہے۔ اللہ نے جوانی دی ہے اس کی نافرمانی میں لگا رہا ہے۔ یہ اتنے خوبصورت محلات نما گھر اللہ نے دیئے ہیں لیکن ان میں گناہوں کے آلات رکھ کر اسے ناراض کر رہے ہیں۔ اتنی خوبصورت گاڑیاں اللہ نے دی ہیں لیکن ان میں بیٹھ کر اللہ کو ناراض کر رہے ہیں۔ یہ خوبصورت چہرے اور خوبصورت آنکھیں اللہ نے دی ہیں لیکن غیر محرموں پر ڈال کر اللہ کو ناراض کیا جا رہا ہے۔ ارے! یہ شباب اور گرم خون، جسم کے اندر ہڈیاں اور ان میں گودا اللہ نے دیا ہے لیکن یہ کہاں استعمال کر رہا ہے؟ یہ اللہ کا احسان فراموش انسان ہے تو ایسا شخص کیسے نیک ہو سکتا ہے؟ یہ تو مالک کا احسان فراموش ہے کہ اللہ احسانات کر رہا ہے، نعمتیں دے رہا ہے اور

یہ اس کی نافرمانیوں میں مشغول ہے۔

اللہ بہت حلیم ہے

قسم خدا کی! یہ اللہ کا حلم ہے کہ اس کی نافرمانی بھی ہو رہی ہے پھر بھی وہ گاڑی واپس نہیں لیتا، پھر بھی دولت واپس نہیں لیتا، پھر بھی گھر نہیں چھینتا، پھر بھی رزق نہیں چھینتا، پھر بھی عزت نہیں چھینتا۔ ہم سب کچھ کر رہے پھر بھی وہ حلیم پروردگار سب کچھ برداشت کر رہا ہے کہ شاید میرا بندہ اب لوٹ آئے، شاید اب رجوع کر لے، شاید اب معافی مانگ لے۔ ہمارا کوئی مزدور، کوئی ملازم یہ حرکتیں ایک دن کر کے تو دیکھے ہم دوسرے دن اسے اپنے گھر میں برداشت کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں، اسے کھانا دینے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک بھی بات تو یہ میری مانتا نہیں تو میں کیوں اسے ملازم رکھوں؟ یہ اللہ ہی کا حلم ہے کہ اس کی نافرمانیاں کر رہے ہیں تب بھی ہم معاشرے میں معزز ہیں، تب بھی ہم اپنے ماں باپ کی نظروں میں معزز ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ہماری رات کی گندی تصویر، ہمارے چھپے ہوئے گناہوں کی تصویر ہمارے ماں باپ کے سامنے کھول دے تو ہم تو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ ہمارے ماضی کی زندگی دکھا دے تو ہم معاشرے میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے لیکن اللہ نے ستاریت (گناہوں پر پردہ ڈالنے کا) کا معاملہ کر رکھا ہے، حلم کا معاملہ کر رکھا ہے کہ چلو میرا بندہ کبھی تو رجوع کرلے گا۔

گناہوں کی نحوست کے اثرات

ایک تو میرے دوستو! گناہ کی نحوست سے انسان احسان فراموش بن جاتا

ہے اور دوسرا یہ کہ اس کی زندگی برکتوں سے محروم ہو جاتی ہے اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ﴾ (الاعراف:٩٦)

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لاتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

کوئی گھر، کوئی سوسائٹی، کوئی ملک یا کوئی انسان اگر چاہے کہ اسے برکتیں حاصل ہو جائیں تو اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لے۔ گناہ والی زندگی میں اللہ کی طرف سے برکتیں نہیں اترا کرتیں۔ نہ گناہگار کی صحت میں برکت ہوتی ہے، نہ مال میں برکت ہوتی ہے اور نہ ہی اولاد میں برکت ہوتی ہے۔ اولادیں تو بہت ہوتی ہیں لیکن ایک بھی آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں بنتی۔ کہے گا کہ اولاد نہ ہوتی تو اچھا ہوتا۔ اس کے پاس کروڑوں اربوں ہوں گے لیکن ان کروڑوں اربوں کو دیکھ دیکھ کر حسرت ہی کر سکے گا۔ کام میں نہیں لا سکے گا، ان سے سکون کی زندگی حاصل نہیں کر سکے گا۔ دیکھنے میں اس کا کاروبار بہت زبردست نظر آ رہا ہوگا، کاروبار دیکھ کر دنیا رشک کر رہی ہے لیکن اس سے پوچھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں نہ رات کو چین ہے، نہ دن میں سکون ہے۔ مال و دولت نے اس کی زندگی کو عذاب بنا رکھا ہے، اللہ نے مال سے برکت اٹھا لی ہے۔ جب کسی شخص کی زندگی میں گناہ ہوتے ہیں تو اس کی زندگی میں کبھی بھی برکت نہیں ہو سکتی۔

آج ہماری زندگی میں ہر چیز کی کثرت ہے۔ گاڑیوں کی بھی کثرت ہے،

اے سی کی بھی کثرت ہے، گھروں کی بھی کثرت ہے، کمروں کی بھی کثرت ہے، کپڑوں کی بھی کثرت ہے، تحفوں اور ہدیوں کی بھی کثرت ہے، ہر چیز وافر اور کثیر تعداد میں موجود ہے لیکن برکت نہیں ہے، ہر چیز برکت سے خالی ہے۔ کہتا ہے کہ میرے پاس اتنا بینک بیلنس ہے۔ ارے میاں! یہ تو بتاؤ کہ اس سے تمہاری زندگی کتنی بن رہی ہے؟ تم اپنی زندگی کی راحت بتاؤ، سکون بتاؤ، چین بتاؤ، زندگی کی عافیت تو بتاؤ، وہ کتنی ہے؟ تو میرے عزیزو! جب زندگی میں اللہ کی نافرمانیاں ہوں گی تو جہاں یہ احسان فراموش بنے گا وہاں برکت والی زندگی سے بھی محروم رہے گا اور اگر زندگی سے گناہ نکالے گا تو اللہ اس کی ذات کو بھی مبارک بنادے گا اس سے صادر ہونے والے اعمال بھی مبارک ہوں گے اور اس کی ذات بھی مبارک ہوجائے گی۔

ایک صحابی کے بھائی نے آکر رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ اے اللہ کے رسول! یہ ہر وقت آپ کے پاس بیٹھا رہتا ہے۔ میں محنت کرتا ہوں، کوشش کرتا ہوں، مزدوری کرتا ہوں۔ یہ کمانے میں میرا ساتھ ہی نہیں دیتا۔ آپ کے پاس آکر بیٹھا رہتا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے جواب دیا کہ

﴿ لَعَلَّکَ تُرْزَقُ بِہٖ ﴾

ارے میاں! ہوسکتا ہے جو تجھے مل رہا ہے وہ بھی اس کی وجہ سے مل رہا ہو۔ پتہ نہیں کون کس کی برکت سے کھا رہا ہے تو میرے دوستو! برکت سے چیزیں ملا کرتی ہیں، برکت سے زندگی بنا کرتی ہے، برکت سے کام بنا کرتے ہیں۔

گناہوں کی نحوست سے ایک تو آدمی احسان فراموش بنتا ہے، دوسرا برکت والی زندگی سے محروم ہوجاتا ہے اور تیسرا نقصان ایک دولت کا ہوتا ہے جو اللہ ایمان

والوں کو عطا فرماتا ہے اور وہ دولت ہے صحیح اور غلط کی تمیز، سچے اور جھوٹے کی پہچان۔ وہ جوہر جس کے ذریعے آدمی اچھے اور برے کو پہچان لیتا ہے، اہلِ سنت اور اہلِ بدعت میں فرق کرسکتا ہے، نفع اور نقصان میں فرق کرسکتا ہے۔ یہ صلاحیت اللہ اسے نصیب فرماتا ہے جس کی زندگی میں گناہ نہ ہوں۔ اور جب بندے کی زندگی میں گناہ آتے ہیں تو وہ اس صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے۔ پھر اسے اچھائی اچھائی نظر نہیں آتی اور برائی برائی نظر نہیں آتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ﴾

(آل عمران:۱۴)

لوگوں کے لئے خوشنما کردی گئی ہے مرغوبات کی محبت (خواہ) عورتوں سے ہو یا بیٹوں سے یا ڈھیر لگے ہوئے سونے اور چاندی سے یا نشان پڑے ہوئے گھوڑوں سے یا مویشیوں سے یا زراعت سے۔

یہ ساری چیزیں آراستہ ہوکر سامنے آتی ہیں، دنیا خوبصورت بن کر آتی ہے اور یہ اپنی زندگی کی ساری صلاحیتیں اس میں لگا دیتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ یہ فانی ہے اور آخرت باقی ہے۔ یہ اچھے اور برے کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا اسے احساس ہی نہیں ہوتا۔ گناہ کرے تب بھی پتہ نہیں چلتا۔ نیکی کرے تب بھی پتہ نہیں چلتا۔ ایسا بدذوق ہوجاتا ہے جیسے ایک آدمی بیمار ہو اور جسمانی طور پر مریض ہو تو بسا اوقات وہ کھانے پینے کے دوران یہ فرق نہیں کرسکتا کہ میٹھا کیا ہے؟ کڑوا کیا ہے؟ اسی طرح میرے دوستو! گناہ کی نحوست سے آدمی نیکی اور بدی میں فرق نہیں کرسکتا۔ اللہ نے ایمان والے کے اندر جو صلاحیت رکھی ہوتی ہے کہ نیکی کرتے ہی اسے وہ فرحت حاصل ہوتی

ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ جنت کا نمونہ اسے زندگی میں ہی مل گیا ہے اور گناہ کرنے سے وہ تکلیف ہوتی ہے جیسے اس کے سر پر سینکڑوں تلواریں چل گئی ہوں۔ وہ تکلیف ہوتی ہے کہ جب تک توبہ نہیں کرتا اسے چین نہیں آتا۔ یہ دولت صحیح ذوق والے کو ملا کرتی ہے کہ جس کی زندگی میں گناہ نہ ٹھہر سکتا ہو، جو گناہ ہو جانے پر بے چین ہو جاتا ہو۔

ایمان کیا ہے؟

جیسے رسول کریم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا:

”یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَاالْاِیْمَانُ؟“

اے اللہ کے رسول! ایمان کیا ہے؟

حضور ﷺ نے فرمایا کہ

”جب تو نیکی کرے تو تیرا دل خوش ہو جائے اور تیرا گناہ تجھے غم میں ڈال دے، (تکلیف میں ڈال دے) تو (سمجھ لے کہ) تیرا ایمان (کا ذوق) سلامت ہے۔“

تو وہ شخص جو گناہ کی زندگی گزارتا ہے وہ اس ذوق سے محروم ہو جاتا ہے جیسے اگر میرے دامن پر بہت سارے گندگی کے داغ لگے ہوں ایک داغ اور لگ جائے تو پتہ نہیں چلے گا اور اگر میں نے ابھی صاف ستھرا کاٹن کا سفید لباس پہنا ہو تو ایک داغ بھی دور سے نظر آجائے گا۔ ایسے ہی جب گناہوں سے پاک زندگی ہوتی ہے تو اس کا دل ایسا ہی صاف ہوتا ہے، جیسے ہی داغ لگتا ہے فوراً دیکھ لیتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْااِذَا مَسَّھُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا﴾ (الاعرف:۲۰۱)

یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔

جیسے ہی شیطان اس پر حملہ کرتا ہے فوراً چوکنا ہو جاتا ہے اور فوراً اللہ کی پناہ میں آجاتا ہے۔ ہاں! جو گناہوں سے پاک زندگی گزار رہا ہوتا ہے جیسے ہی شیطان اس پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس سے کوئی گناہ سرزد ہونے لگتا ہے وہ فوراً چوکنا ہو جاتا ہے، ہوشیار ہو جاتا ہے، اپنے آپ کو سنبھال لیتا ہے۔ غلطی ہو جاتی ہے تو فوراً اپنے اللہ کو منا لیتا ہے۔ تو یہ معیار ہے نیکی کا اور جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس دولت سے بھی محروم ہو جاتا ہے، احسان فراموش بنتا ہے، صحیح اور غلط کی تمیز اس سے ختم ہو جاتی ہے کہ جب بندہ شہوت کی زندگی گزارتا ہے، نفسانیت کی زندگی گزارتا ہے تو اس کی زبان پر یہ بات آتی ہے کہ بھائی پتہ نہیں کون ٹھیک ہے؟ کون غلط ہے؟ کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں۔ اس مسجد میں جائیں یا اس مسجد میں جائیں؟ لیکن سچ کہہ رہا ہوں اگر گناہوں سے پاک زندگی ہوگی تو اللہ رب العزت یہ دولت ضرور نصیب فرمائیں گے۔ اپنے علماء پر اعتماد نصیب فرمائیں گے۔

علماء پر اعتماد کیجئے

ایک بزرگ کے سامنے کسی نے حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کوئی غلط بات کہہ دی۔ بڑے عالم تھے تو ان بزرگ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ دیکھو بھائی! مجھے حضرت کے علم اور تقویٰ پر اتنا اعتماد ہے کہ اگر میرے سر پر ٹوپی ہو اور وہ کہیں کہ نہیں ہے تو مجھے یقین ہو جائے گا کہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ نہیں بول سکتے۔ ہو سکتا ہے میرے سر کی حس خراب ہو جس کی وجہ سے میں غلط محسوس کر رہا ہوں وہ ٹھیک کہہ رہے ہوں۔

توجب اللہ رب العزت تقویٰ کی دولت نصیب فرماتے ہیں تو پھر اہل علم پر اسی انداز کا اعتماد ہوتا ہے اور آدمی فتنوں سے بچ جاتا ہے ورنہ ادھر ادھر بھٹکتا رہتا ہے۔ اس لئے کہ نفسانیت پر چل رہا ہوتا ہے۔ ہاں بشر ہے غلطی اس سے بھی ہوسکتی ہے لیکن وہ غلطی پر ٹھہر نہیں سکتا، گناہ پر نہیں ٹھہر سکتا۔ اللہ رب العزت اس کے تقویٰ کی بدولت ضرور اس کی رہنمائی کرتے ہیں اس لئے فرمایا کہ

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا﴾ (الاعرف:۲۰۱)

یقیناً جولوگ خداترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں۔

فوراً چوکنا ہوجاتے ہیں کہ مجھ سے غلطی ہوگئی ہے اور

﴿وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَافَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾ (آل عمران:۱۳۵)

اور وہ لوگ اپنے فعل پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔

اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتے بلکہ فوراً اپنے مولیٰ کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں کہ مولیٰ ہم سے غلطی ہوگئی ہے، ہمیں معاف فرمادے۔

رزق کی تنگی

جو شخص گناہوں میں مبتلا ہوکر اللہ کے احکامات کی نافرمانی کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے رزق کی تنگی میں مبتلا کردیتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا﴾ (طٰہٰ:۱۲۴)

اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا۔

جب بندہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کی زندگی تلخیوں سے دوچار ہوجاتی

ہے، اس کی زندگی بے چین ہوجاتی ہے، وہ پریشان ہوجاتا ہے، معیشت اور رزق کی تنگی کا شکار ہوجاتا ہے چاہے وہ کتنی ہی عبادات کیوں نہ کرتا ہو، کتنے ہی نوافل کیوں نہ پڑھتا ہو، کتنی ہی نفلی روزے کیوں نہ رکھتا ہو، کتنا ہی صدقہ اور خیرات کیوں نہ کرتا ہو، کتنے ہی رفاہی کام کیوں نہ کرتا ہو۔

پھر کہتے ہیں کہ پتہ نہیں کس نے راستے بند کردیئے ہیں؟ پتہ نہیں کیوں ہمارے گھر میں رشتے نہیں آرہے؟ پتہ نہیں کیا بات ہے کہ کسی نے کوئی جادو کردیا ہے؟ کوئی بندش کردی ہے؟ ارے! کوئی بندش نہیں ہے۔ کوئی جادو نہیں ہے، بس اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی چلا رکھی ہے۔ ارے یہ کہنے سے پہلے ذرا دیکھ تو لو کہ کہیں گناہوں کے آلات تو گھر میں نہیں رکھے ہوئے؟ دیکھو کہیں بے پردگی تو نہیں ہورہی ہے؟ دیکھو کہ بیٹا فجر کی نماز تو ضائع نہیں کررہا ہے؟ ارے! نماز چھوڑنے کی وجہ سے چالیس گھروں تک نحوست پہنچتی ہے تو میرے گھر میں کیا اس کی نحوست نہیں ہوگی؟ میرے گھر کے اندر حرام کا لقمہ آرہا ہے اس کی وجہ سے تو اللہ دعائیں بھی قبول نہیں کرتا تو کیا اس کی نحوست نہیں ہوگی؟ کسی نے کچھ نہیں کیا بلکہ میرے گناہوں نے خود میرے گھر میں بندش کررکھی ہے۔ میرے لئے زندگی کے یہ مسائل کھڑے کررکھے ہیں۔

نیکی کیا ہے؟

اس لئے میرے عزیزو! نیکی یہ ہے کہ زندگی میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو اور اگر خدانخواستہ ہوجائے تو پھر اس پر اصرار نہ ہو۔ اس کی تاویل نہ کی جائے۔ ایک چیز ہے گناہ کرنا۔ یہ بہت بری بات ہے لیکن گناہ کرکے اس پر فخر کرنا اس سے بھی زیادہ بری

بات ہے اور گناہ کو گناہ نہ سمجھنا اس سے زیادہ بری بات ہے اور گناہ کو جائز بنانا اس قدر خطرے کی بات ہے کہ اندیشہ ہے کہ کہیں اس بنا پر اللہ تعالیٰ ایمان نہ چھین لیں۔

موجودہ برائی

آج ہمارے معاشرے کے اندر یہ برائی بہت زیادہ ہے کہ بندہ گناہ کر رہا ہے لیکن اپنی دین داری کا بھرم رکھنے کے لئے اس گناہ کو جائز بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اپنی دین داری کا بھرم رکھنے کے لئے کہتا ہے کہ مجھے کسی نے نظر لگائی ہے۔ ارے میاں! گناہ کر رہا ہے اور نظر کی باتیں کر رہا ہے۔ نظر تو معصوم بچوں کو لگا کرتی ہے جو گناہوں سے پاک ہوا کرتے ہیں۔ میری زندگی میں تو گناہ ہی اتنے ہیں کہ ان کا کوئی شمار ہی نہیں۔ مجھے کون نظر لگائے گا؟ نظر برحق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ دین داری کا بھرم رکھنے کے لئے ہم گناہوں میں تاویل کر رہے ہیں اور بجائے اس کے کہ ہم اپنی زندگی کا محاسبہ کریں، اپنے گناہوں کا جائزہ لیں، اپنے گناہوں پر ندامت اختیار کریں، ہم آنے والے حالات کو دوسری طرف منسوب کر رہے ہیں۔ شیطان بھی پٹی پڑھاتا ہے کہ اس نے کیا ہوگا؟ فلاں نے بندش کر دی ہوگی۔

ارے نہیں! یہ سب ان گناہوں کی نحوست ہے اس لئے کہ اللہ کی سنت یہی ہے کہ جب بندہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کا بدلہ ضرور دیا جاتا ہے۔

﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ (النساء:۱۲۳)

جو شخص کوئی برا کام کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

برائی کا بدلہ ضرور ملتا ہے

جب اللہ کی نافرمانی کرے گا تو سزا مل کر رہے گی یہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ مسلمان جنہیں اس سزا کا احساس ہوتا ہے اور وہ اللہ کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ گناہوں کی کثرت سے ان کی طبیعت بالکل مسخ ہو جاتی ہے۔ پھر انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ گناہوں کی سزا مل رہی ہے۔

کبھی تو میرے عزیزو! ایسا ہوتا ہے کہ جیسے ہی گناہ کیا اللہ نے فوراً تھپڑ مارا جیسے ماں بیٹے کو غلطی پر فوراً تھپڑ مارا کرتی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ گناہ تو جوانی میں کیا، بے پردگی کی تو اس کے بدلے میں اللہ نے بڑھاپا خوفناک کر دیا۔ جوانی میں اللہ کو ناراض کیا تو اللہ نے بڑھاپے میں اکیلا کر دیا۔ کئی سال پہلے اللہ کو ناراض کیا تھا لیکن اس وقت اللہ نے نعمتیں نہیں چھینیں بلکہ اس وقت چھینیں جس وقت اسے نعمتوں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ بہت عرصہ پہلے اس نے اللہ کی نافرمانی کی تھی اللہ نے اسے ایسے موقع پر تنہا چھوڑ دیا جب اسے لوگوں کی ہمنوائی اور انس کی ضرورت تھی۔ اب کہتی ہے کہ یہ کیوں ہوا؟ ارے یہ تیری جوانی کی بے پردگی کا نتیجہ ہے، جوانی کی غیبت کا نتیجہ ہے، جوانی میں دوسروں کو ستانے کی نحوست ہے کہ آج اللہ نے تجھے کئی سالوں بعد یہ سزا دی ہے۔ اور کبھی اللہ کا معاملہ بہت عجیب اور بہت خطرناک ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ بندے نے گناہ کیا اور اللہ رب العزت نے ڈھیل دے دی۔ گناہ کیا اور اللہ نے اور دے دیا۔ گناہ کیا اور اللہ نے دولت میں مزید ترقی دے دی۔ گناہ کیا اور اللہ نے دکانیں مزید بڑھا دیں۔ گناہ کیا اور اللہ نے معاشرے میں عزت اور

بڑھادی۔ گناہ کیا اور اس کے عہدے میں اور ترقی ہوگئ۔ گناہ کیا اور اس کی فیکٹریوں میں اور زیادہ اضافہ ہوگیا۔ یہ گناہ کر رہا ہے اور اللہ مزید دے رہا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کہ

﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ﴾ (الانعام:۴۴)

پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے۔

یہ ہمیں بھول گیا لیکن ہم نے اس کے لئے ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں فرمایا؟ اس لئے کہ جیسے ڈاکٹر اس وقت تک آپریشن کرنے کی کوشش کرتا ہے جب تک مریض کی جان بچنے کی امید ہوتی ہے اور جب کوئی امید نہیں ہوتی تو ڈاکٹر کہتا ہے: اس کا آپریشن نہیں ہوسکتا اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اسی طرح جب بندے کے اندر ایمان کی صلاحیت بالکل ختم ہوجاتی ہے تو مولیٰ کہتا ہے کہ اب اس کا آپریشن دنیا میں نہیں کرنا۔ اس کا آپریشن ایک ہی مرتبہ آخرت میں ہوگا۔ پھر رب بھی دنیا میں اس پر آزمائش نہیں ڈالتا بلکہ مزید عطا کرتا ہے، اور زیادہ دیتا ہے اس لئے کہ اس کے اندر درست ہونے کی صلاحیت ہی نہیں۔ اس کے اندر سنورنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی، اب اس کے اندر صحت کی صلاحیت ہی نہیں رہی۔ جب نعمتوں اور مال کی خوب فراوانی ہوجاتی ہے تو اللہ اچانک یوں پکڑتا ہے کہ واپس جانے کا موقع بھی نہیں ملتا اور واپس لوٹنے کے تمام دروازے بھی بند ہوجاتے ہیں۔ اب قدم بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے، اب مایوسی کے ساتھ ایمان کی دولت سے محرومی کی حالت میں دنیا سے جارہا ہوتا ہے۔ یہ معاملہ بہت خطرناک ہے۔

زندگی کا جائزہ لیں

اس لئے خدارا میرے عزیزو! ہم اپنی دین داری کو سمجھیں کہ ہماری دین داری تب ہی اللہ کے ہاں دین داری ہوگی جب اس میں اللہ کی نافرمانی نہیں ہوگی۔ اس لئے اپنی زندگی کا جائزہ لیں۔ میں نہیں کہتا کہ بہت ساری تسبیحات کریں، ذکرو اذکار کریں، زیادہ تلاوت کریں لیکن خدارا! اتنا ضرور کریں کہ اپنی زندگی سے گناہوں کو نکال دیں۔ اپنی زندگی گناہوں سے پاک کرلیں پھر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی دوستی میں کیا کچھ عطا فرماتے ہیں۔

اللہ مجھے اور آپ کو کہنے سننے سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

